

پانی

اقوام متحده کی رپورٹ کے مطابق پاکستان پانی کی عدم دستیابی والی فہرست میں ساتویں نمبر پر ہے۔ یعنی 2025 تک ہمارے ملک میں پانی کے حوالے سے قحط کی طرح کی صورتحال ہو گی۔ یہ کوئی قیافہ نہیں۔ کوئی غیر سنجیدہ حرکت نہیں۔ یہود و ہنود کی سازش بھی نہیں۔ ملک میں پانی کے بے دریغ استعمال نے ہمیں ایک خوفناک صورتحال سے دوچار کر دیا ہے۔ یہ معاملہ نیوکلیئر یا کیمیائی جنگ سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ ہماری آنے والی نسلوں کی بقاء اسی نکتہ پر مختص ہے کہ پانی جیسی بنیادی ضرورت و افریقہ میں موجود ہے۔

لکھاریوں اور دانشوروں کی اکثریت سیاسی صورتحال پر لکھتی ہے۔ لگتا ہے کہ ہمارے ہاں، صرف اور صرف سیاست ہو رہی ہے۔ باقی کوئی مسئلہ ہے، ہی نہیں۔ اگر ہے بھی تحلیل ہو چکا ہے۔ ہاں، تاریخی تناظر میں لوریاں سنانے والوں کی تعداد بھی بڑھ رہی ہے۔ پاکستان کے اصل مسائل پر لکھنے کیلئے لکھاریوں کے پاس وقت ہی نہیں۔ یا شائد اہم ہی نہیں سمجھا جاتا۔ تکلیف دہ امر یہ ہے کہ رائے عامہ تشکیل دینے والوں کی اکثریت، لکھنے سے پہلے تحقیق کرنا گناہ سمجھتی ہے۔ زحمت ہی نہیں کرتی کہ کمپیوٹر پر ملکی مسائل کے متعلق مطالعہ کریں اور پھر کچھ لکھنے کی جسارت کریں۔ کیونکہ سیاست ایک چلتا ہوا موضوع ہے، اسلیے اس پر لکھنا، تبصرہ کرنا بے حد آسان ہے۔ شاید اس میں پیسے کا بھی عمل ڈھل ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے ملک کے اصل مسائل پر توجہ دلانے والے کم ہیں بلکہ بہت کم ہیں۔ لوریاں سنانے والوں کا کام اس سے بھی زیادہ آسان ہے۔

عمومی رائے سے مختلف بات کرنا ویسے بھی مشکل اور غیر مقبول رو یہ ہوتا ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ آخر سنجیدہ موضوعات پر کون بات کریگا۔ پانی کی کیمیابی، آبادی میں طوفانی بڑھاؤ، درختوں کا کم ہونا اور شہروں کا المناک حد تک بڑے ہو جانا ہماری سلامتی کو مشکل میں ڈالنے والے مسائل ہیں۔ اگر ان پر اب بھی قلم نہ اٹھایا گیا تو لکھنے کے عمل سے غیر منصفی ہو گی۔ ہاں، ایک اور بات بھی اہم ہے۔ اگر کوئی حکومتی ادارہ ان مسائل کو حل نہیں کر رہا اور اسین جی اوزان حساس موضوعات پر توجہ دلاتی ہیں، تو ہمارا پہلا ریکارڈ عمل شک پڑنی ہے۔ ان تنظیموں پر بھی ملک دشمنی اور بیرونی ایجنسیا کا الزام لگادیتے ہیں۔ ہو سکتا ہے، چند معاملات میں ان الزامات میں حقیقت بھی ہو۔ سوچنے کی بات ہے کہ اگر کوئی غیر ملکی ادارہ یا کوئی این جی، او، آبادی، فضائی آلوگی اور پانی کی کیمیابی پر بات کرتی ہے تو وہ ملک دشمن کیسے ہو گئی۔ اصل میں تو یہ ہمارے قومی مسائل ہیں۔ انکا ادراک ہمیں قومی سطح پر ہونا چاہیے۔ مگر جب ملکی سطح پر مکمل سنانا ہو، تو کیا ان ملکی اور بیرونی پرائیویٹ اداروں کی مسائل کی نشاندہی غلط ہے۔ معاملہ صرف اور صرف ذہن کو کھول کر سوچنے کا ہے۔ مگر اب اسکی امید بھی کم سے کمتر ہوتی جا رہی ہے۔

پانی کی موجودگی اور اس کا استعمال ایک انتہائی اہم موضوع ہے۔ ہمارے پاس زمینی پانی یعنی دریاؤں، جھیلوں، ندی نالوں کا مکمل پانی 153 ایم اے ایف ہے۔ زیر زمین پانی صرف اور صرف 24 ایم اے ایف رہ گیا ہے۔ آٹھ سے دس سال بعد ہمارے پاس 33 ایم اے ایف پانی کی کمی ہو گی۔ اس کی کو دور کرنے کیلئے کیا اقدامات کیے جا رہے ہیں۔ کانوں کا ان کسی کو خبر نہیں۔ انڈس بیسن واٹر ٹرینی کے بعد ہمیں بین الاقوامی اداروں سے جو امدادی، اسے بروئے کار لائیں گے۔ ساٹھ اور ستر کی دہائی میں یہ آبی ذخائر ملکوں کے

درمیان معاہدوں کی بدولت بن پائے۔ اسکے بعد ایک سے ایک جید سیاستدان، فوجی حکمران تسلسل سے آتا رہا۔ مگر کسی نے بھی نئے ڈیم بنانے کیلئے سنجیدہ کوشش نہیں کی۔ کیا یہ قیامت نہیں کہ کالا باعث ڈیم نہ بنانے کیلئے بھی سیاسی اختلاف کو ہوا دی گئی۔ بازگشت یہاں تک آئی کہ چند سیاستدانوں نے کالا ڈیم کی مخالفت کرنے کیلئے بیرونی قوتوں سے بھاری مالی وسائل لیے۔ ان الزامات کی ذمیں آنے والے آج بھی جونک کی طرح ہمیں چھٹے ہوئے ہیں۔ کسی بھی صدر، وزیر اعظم کو اتنی جرات نہیں ہوئی کہ کم از کم الزامات کی غیر جانبدار تحقیق ہی کروالے۔ جب نو شہرہ شہر ڈوبنے والی تھیوری بھی غلط ثابت ہو گئی تو یہ پروپینڈا ہونے لگا کہ چھوٹے صوبوں کو پانی میں جائز تھنہیں ملے گا۔ اگر آپ چند سیاستدانوں کے بیانات کو ماضی کے حوالے سے دیکھیں تو ایسے لگتا ہے کہ نیا ڈیم بنانا گناہ عظیم ہے۔ اسکا سوچنا بھی نہیں چاہیے۔ ان لوگوں کی کوشش بہر حال کامیاب ہو گئی۔ نتیجہ یہ کہ پاکستان ہر سال ستر بلین ڈالر کی مالیت کا پانی سمندر میں ڈال کر ضائع کر دیتا ہے۔ کیا وہ ملک جسکے مالیاتی ذخائر میں یا پچیس بلین ڈالر کی خفیف رقم کے ہوں، اس درجہ کوتاہی کو برداشت کر سکتا ہے۔ کیا اسکے بعد بھی ہنگامی بنیادوں پر ڈیم نہیں بننے چاہیے تھے۔ پر نہیں۔ ہم ستر بلین ڈالر کا نقصان برداشت کرنے کو تیار ہیں۔ مگر ایک مستند قومی بیانیہ بنانے میں ناکام ہیں کہ خدارا، نئے ڈیم بنانا کر اپنے آبی سرمایہ کو محفوظ کرو۔

ملک میں اس وقت صرف تیس دن کیلئے پانی کو محفوظ کرنے کی صلاحیت موجود ہے۔ کینیڈا، روس، امریکہ، برازیل اور مصر کی یہ صلاحیت پاکستان سے بہت زیادہ ہے۔ برازیل جیسے ملک نے تین سے چار دہائیوں میں اپنے آبی ذخائر کی صلاحیت کو دو گناہ کر لیا ہے۔ نایجیریا جیسے پسمندہ نظر آنے والے ملک نے اس جہت میں غیر معمولی ترقی کی ہے۔ مگر پاکستان جسکو ان ذخائر کو بڑھانے کی اشد ضرورت تھی، مکمل طور پر ناکام رہا۔ یو این ڈی پی نے پانی کے حوالے سے جو رپورٹ شائع کی ہے اس میں درج ہے کہ ہماری اس حوالے سے کوئی مربوط پالیسی نہیں ہے۔ یعنی آبی پالیسی کے بغیر ہم اس اہم معاملے کو حل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کیا یہ ممکن ہے۔ ظاہر ہے کہ ایک پالیسی کے بغیر ہم اس حساس معاملے میں آگے بڑھنے سے قاصر ہیں۔ رپورٹ میں لکھا ہوا ہے کہ دہشت گردی بلاشبہ پاکستان کا ایک مہیب مسئلہ ہے۔ مگر پانی کی کمیابی جو ہری اعتبار سے دہشت گردی کے برابر کا مسئلہ ہے۔ کسی بھی لحاظ سے کم نہیں۔ ہاں، ایک اور نکتہ، بلکہ بہت ہی اہم نکتہ۔ پانی کے بے دریغ استعمال کرنے والے ممالک کی فہرست میں ہمارا ملک اوپر سے چوتھے نمبر پر ہے۔ ایک اور حوالے، یعنی جی ڈی پی کے حوالے سے پانی کے بے جا استعمال میں ہم لوگ پوری دنیا میں سر فہرست ہیں۔ آئی ایم ایف کے مطابق ایک شخص کو ہمارے ملک میں آج تقریباً ایک ہزار سترہ کیوبک میٹر پانی دستیاب ہے۔ یہی عدد، 2009 میں فی کس 1500 کیوبک میٹر کے لگ بھگ تھا۔ وڈ روولسن سنٹر سے مسلک ماٹکل کیوگل میں نے ایک رپورٹ شائع کی ہے۔ رپورٹ کے مطابق آبی ذخائر کی غیر موجودگی میں لوگ زمین کے اندر سے پانی حاصل کر رہے ہیں۔ یعنی اندر گراوڈ پانی کو باہر کھینچ کر کمی دور کر رہے ہیں۔ کیوگل میں کا تجزیہ ہے کہ یہ وظیرہ چند برسوں میں زیر زمین پانی کے ذخائر کو تقریباً ختم کر دیگا۔ اسکے بعد پانی کے اوپر پورے ملک میں فسادات ہو سکتے ہیں۔ کراچی میں اس طرح کے مسائل اب سننے میں آنے لگے ہیں۔ واٹر بینکر مافیا اسکا بھرپور فائدہ اٹھا رہی ہے۔ شائد آپکے علم میں نہ ہو کہ حکومتی عمال سندھ میں واٹر بورڈ میں تعیناتی کیلئے کروڑوں روپوں کی رشوت دیتے ہیں۔ اس تعیناتی کے

بعد پورا شہر، پانی کے حوالے سے سونے کے انڈے دینے والی مرغی بن جاتا ہے۔ صرف اس طرح اربوں روپے سالانہ کی کرپشن کی جاتی ہے۔ پانی ایک ایسی بنیادی ضرورت ہے جسکے لیے لوگ پیسہ خرچنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ ظلم کی انتہادیکھیے کئے آبی ذخائر بنانے میں ہر کاٹ ڈالی جاتی ہے۔ شائد اسیلے کہ بڑے شہروں میں آبی مافیا زانتی طاقتور ہو چکی ہیں، کہ اپنے دھندے کے فروع کیلئے ہر سنجیدہ آواز کو خرید سکتی ہے۔ پینے کے پانی میں مضر صحبت اجزاء کی توبات ہی نہیں کر رہا۔ صاف پانی کی حکومتی فراہمی تو صرف ایک بے جان خواب ہے۔

کوئٹہ میں شہر کے ساتھ موجود ہنا اور اوڑک جھیلیں تقریباً خشک ہو چکی ہے۔ وہاں تو *Aquafer* کے نیچے سے پانی نکالا جا رہا ہے۔ یعنی زمین کے اس حصے سے جہاں پانی دوبارہ پیدا نہیں ہو سکتا یا پہنچانا نہیں ہے۔ کوئٹہ کا پانچ سال بعد کیا حال ہو گا، اس پر پورے بلوچستان سے بہت کم آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ بلوچستان میں سالہا سال سے قحط جیسی صورتحال بنتی جا رہی ہے۔ کم از کم پشتوں علاقہ میں تو یہ قحط سالی 2000 میں بھی محسوس کی جاسکتی تھی۔ ہر جگہ بالکل ایک جیسا حال ہے۔ کوئی وزیر اعلیٰ یا وزیر اعظم اس قومی مسئلہ جو ایک الیہ بن چکا ہے، کھل کر بات کرنے کیلئے تیار نہیں۔ پانی فروخت کرنے والی کمپنیاں ہماری آخر صورتحال سے بھر پور مالی فائدہ اٹھا رہی ہیں۔ صاحب ثروت طبقہ صرف بوتل والا پانی پیتا ہے۔ فل سے آنے والے پانی کو پینے کا سوچا بھی نہیں جاسکتا۔ مگر غریب اکثریت طبقہ کیا کرے۔ وہ تو منزل واٹر کی بوتلیں نہیں خرید سکتا۔ اسکی زندگی بذات خود ایک الیہ ہے۔ اسکی محرومیوں کا کیا ذکر کرنا، وہ تو پیدا ہی گھٹ گھٹ کر مر نے کیلئے ہوا ہے۔

پاکستان میں ایک منظم قومی مہم کی ضرورت ہے جو نئے ڈیم بنانے پر مصروف ہو۔ جو لوگوں کو یہ بھی بتائے کہ روزمرہ کے استعمال کیلئے بھی کم سے کم پانی استعمال کریں۔ جو یہ بھی اصرار کرے کہ سرکاری یا غیر سرکاری پانی سے گاڑیاں دھونا جرم قرار دیا جائے۔ اگر ہم آج بھی اس اہم ترین مسئلہ پر آواز نہ اٹھا سکے، تو 2025 تک پانی ختم ہو جائیگا۔ اس وقت ہماری آبادی چالیس کروڑ کے قریب ہو گی۔ کوگل میں کے بقول پانی پر فسادات، کسی بھی حکومت کو مستحکم نہیں ہونے دینے گے۔ لوگ دہشت گردی جیسے مسئلہ کو بھی بھول جائیں گے۔ پانی کی عدم دستیابی سے جو مسائل پیدا ہو سکتے ہیں، اسکا ادراک ہر گز ہرگز نہیں کیا جا رہا۔ شائد ہمیں قحط اور آبی فسادات کا انتظار رہے!

راو منظر حیات